کارل مارکس

KARL MARX

سرمایہ

سرمایہ دارانہ پیداوار کا تنقیدی تجزیہ

جلداول

CAPITAL

A Critical Analysis of Capitalist Production

باب2

ترجمہ:امتیاز حسین۔ابن حسن

حصہ اوّل

دوسرا باب: مبادلہ

یہ واضح امر ہے کہ اشیاء، خود اپنے بل بوتے پر، مبادلے کے لئے منڈی میں نہیں آسکتیں۔ چنانچہ ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم اشیاء کے ان نگہبانوں سے رجوع کریں جو ان کے مالکان بھی ہیں۔ اشیاء چونکہ بے جان ہوتی ہیں اس لئے انسان کے خلاف مزاحم نہیں ہوسکتیں۔ اگر وہ بلاشرکتِ غیرے پڑی ہوں تو انسان قوت استعمال کرنے کا اہل ہوتا ہے؛ یعنی وہ ان پر قابض ہوسکتا ہے [1]۔ ان اشیاء کو ایک دوسرے کے ساتھ تعلق کی صورت دینے کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ ان کے مالکان بھی ان افراد کی حیثیت سے باہمی تعلق میں آجائیں جن کی منشا ان چیزوں میں موجود ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو اس طرح کا رویہ اپنانا ہوگا کہ وہ دوسرے کی شے کو ہتھیا نہ لے نہ ہی اپنی شے دوسرے کے حوالے کرے سوائے ایسی صورت کے جس میں باہمی رضامندی شامل ہو۔ ان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مالکانہ حقوق کو بھی تسلیم کریں۔ یہ قانونی تعلق، جو اپنے آپ کو ایک معاہدے کی صورت میں ظاہر کرتا ہے، چاہے ایسا معاہدہ ایک ترقی یافتہ عدالتی نظام کا حصہ ہو یا نہ ہو، درحقیقت دو ارادوں کے درمیان تعلق کی مثل ہوتا ہے، اور یہ ان دونوں کے مابین معاشی تعلق کا پرتو ہی ہوتا ہے۔ یہی وہ معاشی تعلق ہے جو اس طرح کے ہر عدالتی قانون کے مافیہ کا تعین کرتا ہے [2]۔ افراد ایک دوسرے کے لئے صرف اور صرف اشیاء کے نمائندگان، لہٰذا ان کے مالکان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمیں اپنی تحقیق کے دوران یہ بھی پتا چلے گا کہ وہ کردار جو معاشی میدان میں اترتے ہیں محض ان معاشی تعلقات کی جسمانتیں ہیں جو ان کے درمیان استوار ہوتے ہیں۔

ایک شے کو اپنے مالک سے یہی حقیقت بیّن طور پر ممیّز کرتی ہے کہ یہ [ایک شے] ہر دوسری شے کو اپنی ہی قدر کے کسی دوسرے ظاہر کے بطور لیتی ہے۔ شے ہر تفرید و تقسیم کو نظر کرنے والی وہ سنکی مخلوق ہے جو ہمہ وقت نہ صرف روح بلکہ جسم بھی کسی اور سے ادل بدل کرنے پر تیار ہے چاہے وہ انتہائی کریہہ المنظر چیز ہی کیوں نہ ہو۔ مالک اپنی شے کی اس مقرونی حس کی کمی کو خود اپنے حواسِ خمسہ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ سے دور کرتا ہے۔ اس کی شے خود اس کے لئے فی الوقت کسی قسم کی قدرِ صرف نہیں رکھتی۔ بصورتِ دیگر وہ اسے منڈی میں کبھی نہ لے جاتا۔ یہ صرف اور صرف دوسروں کے لئے قدرِ صرف کا درجہ رکھتی ہے؛ لیکن خود اس کے لئے اس کی قدر براہِ راست صرف یہی ہے کہ یہ قدرِ مبادلہ کا اجماع ہے، چنانچہ مبادلے کا ایک ذریعہ ہے [3]۔ اس وجہ سے وہ اسے ان اشیاء سے بدل لینے کا سوچتا ہے جن کی اقدارِ صرف اس کے کام کی ہوتی ہیں۔ تمام اشیا اپنے مالکان کے لئے غیر اقدارِ صرف اور دوسروں کے لئے اقدارِ صرف ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان سب کو اپنی ملکیتیں بدلنا ہوتی ہیں۔ ملکیت کی

یہ تبدیلی ہی ان کا مبادلہ ہے اور مبادلہ ہی انہیں اقدار گردانتے ہوئے اسی حیثیت سے ایک دوسرے کے سامنے لاتا ہے۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ اشیاء کو اقدارِ صرف سمجھنے سے قبل محض اقدار سمجھا جائے۔

دوسری طرف یہ بھی ضروری ہے کہ محض اقدار ہونے سے قبل ان کی شناخت اقدارِ صرف ہی کی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس پر استعمال شدہ محن کو محض اس صورت میں موثر سمجھا جائے گا جب یہ اس انداز میں خرچ کیا جائے کہ دوسروں کے لئے مفید ہو۔ آیا کہ وہ محن دوسروں کے لئے مفید ہے، نتیجتاً [اس کی مصنوعہ] دوسروں کی کسی حاجت کی تسکین کر سکتی ہے، اسی صورت میں ثابت ہوگا جب یہ مبادلہ کے عمل میں آئے۔

شے کا ہر مالک صرف اسی صورت میں اپنی شے کا مبادلہ کرنا چاہے گا جب ایسی اشیاء بھی موجود ہوں جو اس کی کسی حاجت کی تسکین کرتی ہوں۔ اگر اس اعتبار سے دیکھیں تو مبادلہ اس کے لئے صِرف نجی لین دین ہی رہ جاتا ہے۔ دوسری طرف وہ اپنی شے کو قدر کی ایک ایسی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے جو اسے کسی بھی مساوی قدر کی حامل شے میں بدل سکے، اسے اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ اس کی اپنی شے دوسری شے کے مالک کے لئے قدرِ صرف کا درجہ رکھتی ہے یا نہیں۔ اس نقطۂ نظر کے تحت مبادلہ اُس کے لئے عمومی کردار کا حامل سماجی لین دین ہے۔ لیکن لین دین کا ایک ہی نظام اشیاء کے تمام مالکان کے لئے ایک ہی وقت میں مکمل طور پر نجی اور مکمل طور پر سماجی اور عمومی نہیں ہوسکتا۔

اب اس مسئلے پر مزید غور کرتے ہیں۔ شے کے ایک مالک کے نزدیک اس کی اپنی شے کے حساب سے ہر دوسری شے ایک مخصوص مساوی القوت ہے، چنانچہ اس کی اپنی شے دوسری تمام اشیاء کے لئے یونیورسل مساوی القوت کا درجہ رکھتی ہے۔ اب چونکہ یہ بات ہر مالک پر صادق آتی ہے، تو درحقیقت ایسی کوئی شے نہیں رہ جاتی جسے یونیورسل مساوی القوت کہا جا سکے۔ اور اشیاء کی متعلقاتی قدر کی ایسی کوئی عمومی شکل نہیں جس کے تحت ان کو اقدار کے طور پر ایک دوسرے کے مساوی ٹھہرایا جا سکے، اور ان کی اقدار کے حجم کا موازنہ کیا جا سکے۔ اس وجہ سے وہ ایک دوسرے کے مدِ مقابل اشیاء کے طور پر نہیں آتیں بلکہ محض مصنوعات یا اقدارِ صرف کے طور پر آتی ہیں۔ اپنی مشکلات میں اشیاء کے یہ مالکان فاؤسٹ کے انداز میں سوچتے ہیں: ''آغاز میں عدم ہی تھا''؛ چنانچہ وہ سوچے سمجھے بغیر ہی عمل، یعنی لین دین کر لیتے ہیں۔ جبلی طور پر وہ ان اصولوں کے تابع ہوتے ہیں جو [خود] اشیا کی اپنی فطرت کی وجہ سے ہیں۔ وہ اپنی اشیاء کو اقدار کی حیثیت سے آمنے سامنے رکھ سکتے ہیں اور نہ ہی بطور اشیاء کے، مگر ایک ایسی چیز کے ساتھ انہیں مقابل ٹھہرا کر جسے یونیورسل مساوی القوت تصور کیا گیا ہو۔ اس کا جائزہ ہم شے کے تجزئے میں لے چکے ہیں۔ لیکن کوئی مخصوص شے سماجی عمل کے بغیر یونیورسل مساوی القوت نہیں بن سکتی۔ دوسری تمام اشیاء کا یہ سماجی عمل ایک خاص شے کو ایک علیحدہ حیثیت تفویض کرتا ہے، جس میں وہ سب اپنی اقدار بیان کرتی

ہیں۔اس موقع پر اس شے کی جسمانی شکل ،سماجی طور پر تسلیم شدہ یونیورسل مساوی القوت حالت میں بدل جاتی ہے۔ چنانچہ اس سماجی عمل کے تحت ، یونیورسل مساوی القوت ہونا ہی اُس وقت اس شے کا مخصوص کردار بن جاتا ہے، جب اسے دوسری تمام اشیاء اپنی صف سے خارج کر دیتی ہیں۔اس طرح سے یہ روپیہ بن جاتا ہے۔ "ان کا ایک ہی ذہن ہے اور وہ جانور کو اپنی قوت اور توانائی دے دیتے ہیں۔اور یہ کہ کوئی آدمی نہ تو خریدے گا نہ ہی بیچے گا سوائے اس کے جس کے پاس جانور کی چھاپ یا نام ہو، یا جانور کے نام کی تعداد [مالیت]۔(Apocalypse)

مبادلوں کے عمل میں ،روپیہ ضرورت کی تخلیق کردہ وہ شفاف صورت ہے ،جس کے تحت محن کی مختلف مصنوعات عملاً ایک دوسری کے مساوی مانی جاتی ہیں،اور [سماجی] عمل کے ذریعے اشیاء میں بدلتی ہیں۔مبادلوں کی تاریخی ترقی اور وسعت ہی دراصل اشیاء میں مخفی قدرِصرف اور قدر کے تضاد کو افشاں کرتے ہیں۔اس تضاد کو تجارتی کاروبار کی خاطر خارجی اظہار تفویض کرنے کی ضرورت ، جو قدر کی آزاد ہئیت کا تقاضہ کرتی ہے،اس وقت تک ممکن نہیں ہوتی جب تک اشیاء کی تفریق اشیاء اور روپے میں نہیں ہوتی۔ پھر جس طرح مصنوعات کے اشیاء میں بدلے جانے کا عمل انجام پذیر ہوتا ہے بالکل اسی طرح ایک خاص الخاص شے روپے میں بدلتی ہے۔4

اشیاء کا براہ راست ادلہ بدلہ (barter) ایک صورت میں تو قدر کے متعلقاتی اظہار کی ابتدائی شکل میں آ جاتا ہے، جبکہ دوسری صورت میں ایسا نہیں ہوتا۔ وہ صورت حسبِ ذیل ہے:

x شے A = y شے B

اور براہِ راست ادلے بدلے کی شکل یہ ہوگی:

x قدرِصرف A = y قدرِصرف B 5

اس مسئلے کی رو سے A اور B ، ہر دو عناصر بہر حال کسی طرح بھی دو اشیاء نہیں، چنانچہ یہ ادلے بدلے کا عمل ہی ہے جو انہیں اشیاء بناتا ہے۔ایک کار آمد چیز جب قدرِمبادلہ کی شکل میں بدلتی ہے تو پہلے درجے پر وہ اپنے مالک کے لئے غیر قدرِصرف بن جاتی ہے، ایسا اس وقت ہوتا ہے جب یہ کسی ایسی چیز کا غیر ضروری حصہ بنتا ہے جو اسے وقتی حاجات کے لئے درکار ہوتی ہے۔ چیزیں انسان سے خارج میں ہیں اور اس کے نتیجے میں اس سے بُعد میں جا سکتی ہیں۔اس لئے کہ یہ بُعد [انسانوں میں] دوطرفہ بھی ہو صرف اس لئے یہ انسانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک سمجھے سمجھائے اصول کے تحت ایک دوسرے کو ان قابلِ بُعد اشیاء کے نجی مالکان ، اور اسی طرح آزاد افراد کے بطور قبول کریں۔لیکن دوطرفہ آزادی کی اس قسم کی حالت ایسے قدیم سماج میں کوئی وجود نہیں رکھتی جس میں جائیداد کی حیثیت مشترکہ ہوتی ہے، چاہے یہ پدرسری معاشرہ ہو، قدیمی ہندوستانی کمیونٹی ، یا پھر پیرو کی انکا Inca ریاست۔ اس وجہ سے اشیاء کا تبادلہ، ان معاشروں کے اس مقام سے شروع ہوتا ہے جہاں ان کا رابطہ اسی قسم کے دوسرے

معاشروں کے ساتھ ہوتا ہے یا پھر آخر الذکر کے افراد کے ساتھ۔ جونہی مصنوعات ایک معاشرتی ڈھانچے کے خارجی تعلقات کے تحت اشیاء میں بدلتی ہیں، تو اس کے ردِعمل میں داخلی طور پر بھی ایسا ہی ہو جاتا ہے۔ جن مقداروں میں یہ [اشیاء] ایک دوسرے سے بدلی جا سکتی ہیں، ان کی اوّلین حیثیت اتفاقیہ ہوتی ہے۔ ان [اشیاء] کو مبادلے کی صورت جبھی حاصل ہوتی ہے، جب ان کے مالکان باہمی خواہش کے تحت ان کو بُعد میں لے جاتے ہیں۔ اس دوران میں باہر کی مفید چیزوں کی ضرورت اپنے آپ کو مضبوط تر بنا چکی ہوتی ہے۔ مبادلے کی مسلسل رونما ہونے والی گردش اسے ایک عام سماجی عمل میں بدل دیتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ محنت کی مصنوعات کا کچھ حصہ لازماً مبادلے کے مقصد کے لئے بنایا جانا چاہئے۔ اسی لمحے سے ایک عنصر کی استعمال کی افادیت اور مبادلے کی افادیت کا فرق مکمل طور پر قائم ہو جاتا ہے۔ اس کی قدرِ صرف، قدرِ مبادلہ سے واضح طور پر الگ ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف وہ مقداری تناسب، جس کے تحت یہ چیزیں آپس میں بدلی جا سکتی ہیں محض ان کی پیداوار پر ہی منحصر رہ جاتا ہے۔ روایت ان پر اقدار کے مخصوص حجموں کی مہر ثبت کر دیتی ہے۔

مبادلے کے بلاواسطہ ادلے بدلے میں ہر شے اپنے مالک کے لئے مبادلے کا ایک براہ راست ذریعہ ہوتی ہے، اور دوسرے تمام لوگوں کی لئے ایک مساوی القوت، واضح رہے کہ ایسا صرف اس وقت ممکن ہے جب یہ ان سب کے لئے قدرِ صرف رکھتی ہو۔ چنانچہ، اس مقام پر مبادلے میں شامل چیزیں اپنی قدرِ صرف، یا مبادلہ کرنے والے افراد کی انفرادی ضروریات سے آزاد ہو کر قدری شکل نہیں اختیار کر سکتیں۔ مبادلے میں آنے والی اشیاء کی اقسام اور انواع میں اضافے کے ساتھ ان کے قدری پیمانے کی ضرورت بھی بڑھتی جائے گی۔ مسائل پیدا ہوتے ہیں تو ساتھ ساتھ ان کے حل بھی نکل آتے ہیں۔ شے کے مالکان کبھی بھی اپنی اشیاء کو [مبادلے میں] دوسروں کی اشیاء کے برابر نہیں لاتے نہ ہی ان کا بڑے پیمانے پر تبادلہ کرتے ہیں، سوائے اس صورت کے کہ بہت سی اقسام کی اشیا جو مختلف مالکوں کی ملکیت ہوں، بطور قدر ایک ہی خاص شے سے بدلی جا سکتی ہوں اور اسی کے برابر لائی جا سکتی ہوں۔ آخر میں بیان کیا جانے والا یہی عنصر تمام دوسری اشیاء کا مساوی القوت بنتے ہوئے بیک وقت، مگر محدود طور پر عمومی سماجی مساوی القوت کا درجہ پا جاتا ہے۔ ان عارضی سماجی عوامل کی وجہ سے یہ خاصہ کچھ عرصے کے لئے ہی [کسی خاص شے کو] میسر آتا ہے اور پھر اس سے وابستہ نہیں رہتا۔ اس کے نتیجے میں یہ اپنے آپ کو، عارضی طور پر، پہلے ایک شے کے ساتھ وابستہ کرتا ہے اور پھر دوسری کے ساتھ۔ لیکن تبادلے کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ یہ اپنے آپ کو کچھ مخصوص اشیاء کے ساتھ مضبوطی سے اور کلی طور پر مخصوص کر دیتا ہے، اور اس کی شفاف ترین صورت جب ہوتی ہے جب یہ شکل روپیہ اختیار کر لے۔ پہلے پہل تو وہ مخصوص شے جس کے ساتھ یہ [خاصہ] چمٹ کر رہ جاتا ہے اتفاقی ہی ہوتی ہے، تاہم اس سلسلے میں دو عوامل ہی قطعی طور پر فیصلہ کن ہو سکتے ہیں۔ شکلِ روپیہ یا تو بدیس

سے آنے والی مبادلے کے اہم ترین اشیا کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے، اور یہ درحقیقت وہ قدیم اور فطری شکلیں ہیں جن میں دیسی مصنوعات کی قدرِ مبادلہ اظہار پاتی ہے، دوسری صورت میں یہ [شکلِ روپیہ] امفید اشیا، جیسے مویشی، جو کہ ملکی قابلِ بُعد دولت کی ایک بڑی مقدار ہے، سے منسلک ہو جاتی ہے۔ خانہ بدوش اقوام (Nomad Races) نے سب سے پہلے شکلِ روپیہ کو رواج دیا، کیونکہ ان کا تمام دنیاوی ساز و سامان منقولہ چیزوں پر مشتمل تھا، چنانچہ بلا واسطہ قابلِ بُعد تھا، اور یہ کہ ان کا طرزِ زندگی، غیر ملکی اقوام کے ساتھ مسلسل تعلقات رکھنے کی وجہ سے مصنوعات کے تبادلے کا باعث بنتا تھا۔ انسان نے اکثر خود انسان ہی کو، غلاموں کی شکل میں، دولت کی قدیم شکل بننے پر مجبور کیا ہے، مگر اس نے زمین کو اس مقصد کے لئے کبھی استعمال نہیں کیا۔ اس قسم کا تصور صرف اُس بورژوا سماج میں رونما ہو سکتا تھا، جو کہ پہلے ہی سے ترقی یافتہ ہو۔ اس کی تاریخ سترھویں صدی کے آخری تیس سال میں ظاہر ہوئی ہے، اور اس کو ملکی سطح پر فعال بنانے کی پہلی باقائدہ کوشش ایک صدی بعد، فرانسسی بورژوا انقلاب کے دور میں روپذیر ہوئی۔

جس تناسب میں مبادلہ اپنی مقامی حدود توڑتا جاتا ہے، اور اشیاء کی قدر جیسے جیسے اپنے آپ کو انسانی محن کی مجرد تجسیم میں بدلتی جاتی ہے، اسی تناسب میں روپے کا عنصر اپنے آپ کو ان اشیاء کے ساتھ وابستہ کرتا جاتا ہے، جو یونیورسل مساوی القوت کا سماجی کردار ادا کرنے کے لئے فطری طور پر ہی موزوں کی جاتی ہیں۔ وہ اشیاء قیمتی دھاتیں ہیں۔

اس مفروضے کی حقیقت کہ: ''اگرچہ سونا اور چاندی خواصی طور پر روپیہ نہیں ہوتے، مگر روپیہ خواصی طور پر سونا اور چاندی ہی ہوتا ہے 6ۓ'' ان دھاتوں کے ان جسمانی خواص سے آشکار ہوتی ہے جن کے تحت یہ روپے کا منصب ادا کرنے کے لئے موزوں ٹھہرتی ہیں 7ۓ۔ اس نکتے تک ہم صِرف روپے کے منصب ہی سے آگاہ ہیں، یعنی جس کے تحت یہ اشیاء کی قدر کے اظہار کی ایک شکل کا کام دیتا ہے، یا اس چیز کا کہ جس میں ان کی اقدار کے حجم سماجی طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ قدر کے اظہار کی مناسب شکل ہے، اور مجرد، نا قابلِ تخصیص اور نتیجتاً مساوی محنِ انسانی کی مکمل ترین تجسیم، ایسی چیز کہ جس کا ہر ٹکڑا [یا حصہ] ایسی ہی خاصیتوں کا حامل ہے۔ دوسری طرف اگرچہ، اقدار کے حجموں کے مابین فرق خالصتاً مقداری ہوتا ہے، چنانچہ شے 'روپے' کو بھی محض مقداری تخصیص ہی کا متحمل ہونا چاہئے، اور منشا کے مطابق قابلِ تقسیم اور ساتھ ساتھ اتصالِ نو کا اہل بھی ہونا چاہئے۔ سونے اور چاندی میں اس قسم کے خواص بنیادی طور پر ہی موجود ہیں۔

شے 'روپے' کی قدرِ صرف کی خاصیت دو رُخی ہو جاتی ہے۔ شے کے طور پر اپنی خصوصی قدرِ صرف کے ساتھ ساتھ (مثال کے طور پر سونے کا سب سے بڑا خاصہ یہ ہے کہ یہ سامانِ آرائش وغیرہ کے لئے خام مال فراہم کرتا

ہے۔)ایک روایتی قدر صرف حاصل کر لیتا ہے، جو اس کے خاص سماجی عمل میں نمود پذیر ہوتی ہے۔

چونکہ تمام اشیاء محض [خاص مقدار میں ہی] روپے کی مساوی القوت ہوتی ہیں، اور آخر الذکر ان کا یونیورسل مساوی القوت ہوتا ہے، چنانچہ وہ [تمام اشیاء] آخر الذکر کے مساوی القوت ہونے کی وجہ سے عمومی اشیاء کا کردار ادا کرتی ہیں8۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ شکلِ روپیہ، دوسری تمام اشیاء کے قدری تعلق کا محض ایک ایسا انعکاس ہے، جو صرف ایک شے پر ڈالا جاتا ہے۔ یہ کہ روپیہ ایک شے ہے9، صرف اور صرف ان لوگوں کے لئے نئی دریافت ہے جو اس کے تجزئے کا آغاز ہی اس کی ارتقاء یافتہ شکل سے کرتے ہیں۔ مبادلے کا عمل اس شے کو، جو کہ روپے میں بدل چکی ہوتی ہے، اس کی قدر نہیں بلکہ ایک خاص قدری شکل تفویض کرتا ہے۔ ان دو متفرق عناصر کو خلط ملط کر کے کچھ لوگ یہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ سونے اور چاندی کی قدر فرضی ہے10۔ اس حقیقت نے کہ، روپیہ بعض اوقات خود اپنی ہی علامات سے بدلا جا سکتا ہے، اُن غلط نظریات کو جنم دیا، جن کے تحت یہ گمان کیا جانے لگا کہ یہ خود بھی ایک علامت علاوہ کچھ نہیں۔ اس غلطی میں یہ تعصب پنہاں تھا کہ ایک شے کی شکلِ روپیہ اس کا جزوِ لاینفک نہیں ہوتی، بلکہ یہ تو صرف وہ شکل ہوتی ہے کہ جس کے تحت مخصوص سماجی تعلقات اپنا اظہار پاتے ہیں۔ اس خیال کی رو سے ہر شے ایک علامت ہے، لیکن چونکہ یہ قدر بھی ہے، اس وجہ سے یہ محض اس محنِ انسانی کا مادی جامہ ہے جو اس پر استعمال ہوا ہے11۔ لیکن اگر یہ دعویٰ کر دیا جائے کہ وہ سماجی خاصہ جو چیزیں اختیار کرتی ہیں، یا وہ مادی شکلیں جو محن کے سماجی خواص، ایک مخصوص پیداوارانہ نظام کے تحت، اختیار کرتے ہیں نری علامات ہی ہوتی ہیں، تو ایک ہی سانس میں یہ بھی دعویٰ کیا جائے گا کہ یہ خواص گھڑی گھڑائی کہانیاں ہیں جنہیں بنی نوع انسان کی نام نہاد آفاقی رضا و رغبت حاصل ہے۔ اس طرح کی تشریحات کا انداز اٹھارویں صدی کے ماحول سے مطابقت رکھتا تھا۔ جب یہ سماجی روابط کی پیچیدہ اشکال کو سمجھنے سے قاصر رہے تو انہوں نے ان [سماجی روابط] کی عجیب وغریب دکھائی دینے والی شکل کو ختم کرنے کے لئے انہیں روایتی ماخذوں سے منسوب کر دیا۔

اس بات کا پہلے ہی ذکر کیا جا چکا ہے کہ ایک شے کی مساوی القوت شکل سے مراد اس کی قدر کے حجم کا تعین نہیں۔ اب اگرچہ ہم اس حقیقت سے آگاہ بھی ہوں کہ سونا ہی روپیہ ہے اور نتیجتاً دوسری تمام اشیاء سے بلاواسطہ بدلا جا سکتا ہے، اس کے باوجود ہمیں اس بات کا پتا نہیں چلتا کہ 10 گرام سونے کی خود اپنی مالیت کتنی ہے۔ ہر دوسری شے کی طرح روپیہ بھی اپنی قدر کا حجم نہیں ظاہر کر سکتا، مگر دوسری اشیاء میں متعلقاتی طور پر۔ یہ قدر اس عرصۂ محن سے اخذ کی جاتی ہے جو اس کی تیاری کے لئے درکار ہوتا ہے، اور اسے کسی بھی دوسری قسم کی شے کی اُس مقدار میں بتایا جا سکتا ہے جس پر اس کے مساوی عرصۂ محن استعمال ہوا ہو۔ اس کی متعلقاتی قدر کا اس قسم کا مقداری

تعین اس کی پیداوار کے ماخذ پر ہی ادلے بدلے کے ذریعے ہوتا ہے۔ جب یہ روپے کی حیثیت سے گردش میں آ جاتا ہے تو اس کی قدر پہلے سے طے شدہ ہوتی ہے۔ سترھویں صدی کے آخری عشروں میں یہ بات پہلے ہی منظرِ عام پر آ چکی تھی کہ روپیہ ایک شے ہی ہے، لیکن یہ درجہ صرف اور صرف اس تجزیے کی ابتدائی شکل ہی بتاتا ہے۔ اصل مشکل یہ نہیں کہ روپیہ ایک شے ہے بلکہ اس بات کو جاننے میں ہے کہ کوئی شے کیوں، کیسے اور کن شرائط کے تحت روپے میں بدلتی ہے[13]۔

ہم قدر کے اظہار کی انتہائی ابتدائی شکل یعنی: x شے A = y شے B

میں دیکھ چکے ہیں کہ وہ چیز جس میں کسی بھی دوسری چیز کی قدر کا حجم بتایا جاتا ہے، اس تعلق سے بالا ہی مساوی القوت شکل کی حامل معلوم ہوتی ہے، اور بطور ایک ایسی سماجی خاصیت کے جو اسے فطری طور پر ودیعت کی گئی ہو۔ ہم اس جھوٹے ظاہر کی اس کی آخری شکل تک پیروی کرتے ہیں، جو اس وقت مکمل ہوتی ہے جب یونیورسل مساوی القوت شکل ایک خاص شے کی جسمانی ماہیت سے ہم آہنگ ہو جائے، اور نتیجتاً شکلِ روپیہ میں نکھر کر سامنے آئے۔ جو کچھ وقوع پذیر ہوتا معلوم ہوتا ہے یہ نہیں کہ جب دوسری تمام اشیا سونے میں اپنی قدر کا اظہار کرتی ہیں تو یہ روپیہ بن جاتا ہے، اس کے برعکس دوسری تمام اشیا سونے میں اپنی قدر کا اظہار کرتی ہیں چونکہ یہ روپیہ ہے۔ اس عمل کے درمیانی مدارج نتیجے تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاتے ہیں اور پیچھے نشان تک نہیں چھوڑتے۔ اشیاء کی اپنی قدر پہلے ہی مکمل طور پر اوران کی مرضی کے بغیر ایک اور ایسی شے میں بیان ہو چکی ہوتی ہے جو ان کے ساتھ ساتھ موجود ہے۔ یہ چیزیں، سونا اور چاندی، جس حالت میں زمیں کی کوکھ سے جنم لیتی ہیں، اسی حالت میں یہ تمام محنِ انسانی کی جسمانیت بھی ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے روپے کا طلسم۔ معاشرے کی جو بنتر زیرِ بحث ہے اس میں انسان کا پیداوار کے سماجی عمل میں کردار خالصتاً انفرادی ہے۔ پس پیداوار کے عمل میں ان کے باہمی روابط ایک ایسا مادی روپ اختیار کر جاتے ہیں جو ان کے ذاتی ضبط و اختیار اور شعوری انفرادی عمل سے بالاتر ہوتا ہے۔ یہ حقائق پہلے پہل اپنے آپ کو اُن مصنوعات کے عمومی اصول کے تحت ظاہر کرتے ہیں جو اشیاء کی شکل اختیار کر رہی ہوتی ہیں۔ ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ اشیاء پیدا کرنے والے سماج کی مثبت ترقی کس طرح سے ایک مروج شے پر روپے کی مہر ثبت کرتی ہے۔ چنانچہ وہ بھارت جو کہ روپیہ پیش کرتا ہے دراصل اشیا کا پیدا کردہ مسئلہ ہی ہے، اب صرف اس کی چکاچوند ہی ہماری آنکھوں کو چندھیا رہی ہے۔

حواشی بابِ دوم

1. بارھویں صدی میں، جو کہ اپنی خدا ترسی میں بہت معروف ہے،لوگ اپنی اشیاء میں کچھ انتہائی نازک چیزوں کو بھی شامل رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس عہد کا ایک مشہور شاعر منڈی میں لائی جانے والی چیزوں میں نہ صرف لباس، جوتے، چمڑے، زرعی آلات وغیرہ کو شامل کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ زنان زیبا۔

2. پرودھوں اپنے نظریۂ انصاف ،از، "justice eternelle" سے اپنی بات کا آغاز کرتا ہے، وہ قانونی تعلقات جو کہ اشیاء کی پیداوار سے متعلق ہوتے ہیں، ہم دیکھ سکتے ہیں کہ، ان کے تحت وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اشیاء کی مصنوعات پیداوار کی ایک ایسی شکل ہے جو کہ انصاف کی طرح ازلی ہے۔ پھر وہ اپنا رخ بدلتا ہے اور اپنے آئیڈیل کیمطابق اشیاء کی حقیقی پیداوار اور اس سے متعلقہ حقیقی قانونی نظام کے سلسلے میں ترامیم و اضافے کرتا ہے۔اس کیمیادان کے بارے میں ہماری کیا رائے ہوگی جو مادے کی تعمیر اور تخریب کے دوران رونما ہونے والی خلیاتی تبدیلیوں کے حقیقی قوانین کا مطالعہ کرنے کے بجائے یہ دعویٰ کرے کہ وہ ازلی قوانین سے مادے کی تعمیر و تخریب کو قابو میں لاسکتا ہے۔ یہ قوانین فطری بھی ہیں اور مماثلت [بھی رکھتے ہیں]۔
کیا ہم 'سود' کے بارے میں مزید کچھ جان سکیں کے کہ جب ہم یہ کہیں کہ ازلی انصاف اور اس کے قوانین سے، ازلی بھائی چارے سے، اور دیگر ازلی حقائق سے متصادم ہے بہ نسبت گرجا کے پادریوں کے جنہوں نے یہ کہا کہ یہ ازلی رحمت و برکت اور ایمان سے، اور خدائے عزوجل کی مرضی کے متصادم ہے؟

3. ''کیونکہ ہر چیز کے استعمال کی نوعیت دورخی ہوتی ہے...ان میں سے ایک تو اس چیز کیلئے مخصوص ہوتی ہے جبکہ دوسری نہیں۔ مثال کے طور پر ایک جوتا جو کہ استعمال بھی کیا جا سکے اور اس کا تبادلہ بھی کیا جا سکے، یہ دونوں اس جوتے ہی کے استعمالات ہیں۔ کیونکہ، حتیٰ کہ وہ بھی جو اس کا تبادلہ روپے کے عوض کرتا ہے یا خوراک کے عوض یا اس چیز کے عوض کہ جس کی اس کو ضرورت ہے۔ دراصل وہ جوتے کو جوتے کے طور پر ہی استعمال کرتا ہے۔ لیکن ایک فطری انداز میں ایسا ممکن نہیں۔ وجہ یہ کہ یہ مبادلے کی غرض سے نہیں بنایا جاتا''۔

(ارسطو، Politics, L. i. c, 9)

4. اسی سے ہم پٹی بورژوا سوشلزم کی چالاکی کا اندازہ کر سکتے ہیں، جو کہ اشیاء کی پیداوار کو جاری رکھنے کے دوران روپے اور شے کے درمیان باہمی مخاصمت کو ختم کرنے کا مقصد رکھتا ہے، چونکہ روپیہ اسی مخاصمت کی بدولت ہی وجود رکھتا ہے، نتیجتاً یہ خود روپے ہی کو ختم کرنے کا۔ جیسا کہ ہم پوپ کے بغیر ہی کیتھولی سزم کو قائم رکھنے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں مزید تفصیلات جاننے کے لئے میری کتاب، "Zur Kritik der pol. Oekon." ص.61 کا مطالعہ کریں۔

5. جہاں تک، بجائے اس کے کہ دو مختلف اقدارِ صرف کا تبادلہ کیا جائے، چیزوں کی ایک بے ترتیب مقدار ایک ہی جنس کے لئے مساوی القوت کا کام کرے، جیسا اکثر وحشی اقوام میں ہوتا ہے، جہاں پر مصنوعات کا کھلا ادلا بدلا ابھی اپنے آغاز کی پہلی منزل پر ہی ہوتا ہے۔

6. کارل مارکس، ایل.سی.، ص 135۔ دھات فطرتی روپیہ ہے۔" I metalli...naturalmente." Galiani,"Della moneta" in Custodi's Collection:Parte Moderna) t.3.)۔

7. اس بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے میری متذکرہ بالا کتاب کا وہ باب دیکھا جا سکتا ہے جو کہ "The Precious Metals" پر ہے۔

8. روپیہ آفاقی مال تجارت ہے۔ **Il danaro e' merce universale" (Verri, I, c., p. 16)**

9. ''سونا اور چاندی خود بھی (جس کو ہم سونے چاندی کی ڈلی کا نام دے سکتے ہیں) اشیاء... ہیں، جن کی... قدر گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ سونے اور چاندی کی اس ڈلی کو اس وقت قدر کے لحاظ سے بڑا سمجھا جائے گا جب اس کا ایک چھوٹا وزن ملکی مصنوعات کی ایک بڑی مقدار خریدنے کا اہل ہو جائے گا۔'' (" A Discourse of the General Notion of Money, Trade,and Exchanges, as They Stand in Relation each to other." مرتبہ، مرچنٹ، لندن، 1695ء ص 7۔) ''سونا اور چاندی چاہے سکے کی شکل میں ہوں چاہے نہ ہوں، چونکہ وہ دوسری تمام چیزوں کے لئے ایک پیمانے کے طور پر استعمال ہوتے

ہیں، اس لئے وہ اشیاء کی حیثیت سے شراب، تیل، تمباکو، کپڑا یا ساز وسامان وغیرہ کی نسبت کم ہرگز نہیں۔'' ("A Discourse concerning Trade, and that in particular in East Indies," لندن، 1689، ص2۔) ''ایک ملک کی مال ومتاع اور زر مکمل طور پر روپے پیسے کی شکل تک محدود نہیں رہ سکتے، اور نہ ہی سونا اور چاندی تجارت کے عمل سے خارج کئے جانے چاہئیں۔'' ("The East-India Trade a Most Profitable Trade." لندن، 1677، ص.4)

10.''سونا اور چاندی روپیہ بننے سے قبل ہی، دھاتوں کے بطور ہی قدر کے حامل ہیں۔'' (گے لینی، ایل.سی) جان لاک کے کہتا ہے کہ: ''بنی نوع انسان کی باہمی رضامندی نے چاندی کو، اس کی ان خصوصیات کے بل بوتے پر کہ جن کے تحت یہ روپے کے لئے موزوں ٹھہرتا ہے، ایک فرضی قدر تفویض کی۔'' دوسری طرف قانون نے ''مختلف اقوام کسی بھی ایک چیز کو فرضی قدر کیونکر تفریض کر سکیں.... یا اس (فرضی قدر) نے خود کو کیونکر برقرار رکھا ہوا ہے؟'' لیکن ذیل کے بیان سے یہ پتا چلتا ہے کہ وہ خود اس معاملے کو کس حد تک سمجھنے میں کامیاب ہوا تھا۔ ''چاندی اپنے اندر موجود قدرِ صرف کے تناسب کے تحت مبادلے میں آتی ہے، چنانچہ اس نے اپنی اسی اصلی قدر کے تناسب کے تحت روپے کے بطور آتے ہوئے ایک اضافی قدر حاصل کر لی۔'' (Jean Law: "Consideration sur le numerraire et le commerce" مشمولہ، "Economistes Financiers du 28.siecle," مرتبہ، ای.ڈیری، ص.470۔

11.'' روپیہ ہی ان (اشیاء) کی علامت ہوتا ہے'' (V.de Forbonnais:"Elements du Commerce, Nouv. مرتبہ، لی ڈی، 1976 '' t.ii، ص143 ۔) ''علامت کی حیثیت سے یہ اشیاء کے ساتھ منسلک ہوتا ہے'' (ایل بی، ص 155۔) ''روپیہ ایک چیز کی علامت ہے اور اسی کو بیان کرتا ہے۔'' (Montesquieu:"Espirit de Lois"، اوورس، لندن. 1767، t. II، ص.2۔) ''روپیہ محض علامت ہی نہیں، چونکہ یہ خود دولت ہے، اس لئے یہ ان کی اقدار کو بیان نہیں کرتا، بلکہ ان کا مساوی القوت ہوتا ہے۔'' (لی ٹرونزی، ایل.سی.، ص910۔) ''قدر کا نظریہ Concept افادہ چیز کو نری علامت بنا دیتی ہے؛ چنانچہ ایک چیز یہ نہیں بتاتی کہ وہ کیا ہے بلکہ یہ بتاتی ہے کہ وہ کس کے مساوی (worth) ہے۔ (ہیگل، ایل.سی ص. 100۔) یہ بات معیشت دانوں سے کافی عرصہ قبل قانونی ماہرین نے کہنا شروع کر دی تھی کہ روپیہ نری علامت ہی ہے۔ اور یہ کہ بیش قیمت دھاتوں کی قدر خالصتاً قیاسی ہوتی ہے۔ ایسا انہوں نے اپنے تاجداروں کی

چاپلوسی کی مد میں کیا تا کہ تمام قرون وسطٰی کے دوران رومن شہنشاہی کی روایات کے تحت اور پینڈیکٹس میں پائی جانے والے روپے کے نظریات کے تحت، ان کے اس حق کی حمایت کی جا سکے کہ وہ سکے میں ملاوٹ کر سکیں۔ [سونے اور چاندی کے سکوں میں کم قیمت دھاتوں کی ملاوٹ کر سکیں)۔ان کا ایک ریڈی میڈ دانش ور، فلپ آف ویلویس، 1346 کے ایک فرمان میں کہتا ہے " کوئی بھی اس بات پر اعتراض نہ اٹھائے گا کہ تجارے، ترتیب، فراہمی اور روپے کے بارے آرڈیننس بنانے کا اختیار فقط ہمارے شہنشاہ حضور کو حاصل ہے کہ وہ جیسا ان کی مرضی ہو، اور جیسا انہیں مناسب لگے، اس کی قیمت اور بھاؤ متعین کریں۔" یہ رومن قانون کا ایک مقولہ تھا کہ روپے کی قدر شہنشاہ متعین کرتا ہے۔اس بات کو واضح طور پر منع کیا گیا تھا کہ روپے کو بطور شے کے لیا جائے۔" تاہم یہ قانون کی خلاف ورزی ہوگی کہ کوئی رقم کی خرید کرے، چونکہ یہ عوام کے استعمال کے لئے بنائی گئی ہے، اس بات کی اجازت نہیں کہ یہ شے بن جائے۔" اس موضوع پر کچھ اچھا کام جی۔ایف۔ پیگنینی نے کیا۔ "Saggio sopra il giusto pregio delle cose, 1751"; In Custodi "Parte Moderna," t. II.۔اپنی کتاب کے دوسرے حصے میں پیگنینی خاص طور وکلا کے خلاف بحث مباحثہ کرتا ہے۔

12۔اگر ایک آدمی پیرو کی سرزمین سے لندن کے لئے اتنے ہی وقت میں ایک اونس (اڑھائی تولے) چاندی لانے کا اہل ہے، جتنے وقت میں وہ بیس کلو غلہ پیدا کرتا ہے، اس صورت میں اولذکر (ایک اونس چاندی)، آخرالذکر (بیس کلو غلہ) کی فطری قیمت بن جائے گی۔اب اگر کان کے زرخیز تر ہونے کی وجہ سے ایک آدمی ایک کے بجائے دو اونس چاندی پہلے سے بآسانی حاصل کر لیتا ہے۔اس صورت میں جتنا غلہ اس سے قبل پانچ شلنگ میں آتا تھا اتنا ہی اب دس شلنگ میں آئے گا۔

13۔اعلیٰ تعلیم یافتہ پروفیسر روشر پہلے یہ بتانے کے بعد کہ:''روپے کی جھوٹی تعریفوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، ایک وہ کہ جن میں اسے شے سے زیادہ، اور دوسری وہ کہ جن میں شے سے کم اہمیت دی گئی ہے۔'' وہ ہمارے سامنے روپے کی خاصیت پر کیے گئے کاموں کی ایک طویل مگر الجھی ہوئی فہرست پیش کرتا ہے۔جس سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ اس نظریے کی اصل تاریخ سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں؛ اس کے بعد وہ ناصحانہ انداز میں کہتا ہے:'' آخری بات یہ ہے کہ اس سے کسی طور پر بھی انکار ممکن نہیں کہ طبقۂ متاخرین کے بہت سے معیشت دان ان حقائق کو بھی ٹھیک طور پر نہیں جان سکے جو روپے کو دوسری اشیاء سے ممیّز کرتے ہیں۔'' (یہ آخر کار شے سے کسی نہ کسی طور پر

مختلف ضرور ہے۔)اس لحاظ سے گے نیل کا نصف تاجرانہ ردِعمل بالکل بے بنیاد ہرگز نہیں۔(Wilhelm Roscher: کی کتاب:"Die Grundlagen der Nationaloekonomie," طبعِ سوم،1858ء،ص702,210۔)زیادہ! کم! غیر بقدرِضرورت! تاہم! حقیقی طور پر نہیں! یہ سب کچھ زبان اور تصورات کی کس قسم کی درستی ہے! اور ایسی پیشہ وارانہ ہرزہ سرائی کی اصطباغ ہی مسٹر روشر بڑے باحیا انداز میں دیتا ہے.......؟

تاہم اس کی ایک دریافت قابلِ ستائش ضرور ہے، وہ یہ کہ ''روپیہ ایک خوش گوار شے ہے۔''